فیضی کی پیش کردہ شرائطِ صلح کی حقیقت

منیر الاحسن
فی
صلحِ الحسن

از قلم

علامہ منیر عباس چشتی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

:الحمد للہ وحدہ، والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین، أما بعد

اسلامی تاریخ کے جس واقعہ نے فتنہ وفساد کو تھما کر امتِ مسلمہ کو وقتی طور پر سکون اور اتحاد کی راہ دکھائی، وہ عظیم واقعہ صلحِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ یہ صلح دراصل ایک بصیرت افروز، امت پرور اور مصلحانہ اقدام تھا، جو دو جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان نہایت حکمت اور دور اندیشی کے ساتھ طے پایا۔

تاہم بعض معاصر مصنفین اور خود ساختہ محققین نے اس واقعے کو اپنے متعصب فکری زاویوں سے مسخ کرنے کی جسارت کی ہے۔ ان میں سب سے نمایاں نام ظہور احمد فیضی کا ہے، جنہوں نے "صلح الإمام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے عنوان سے جو کتاب تحریر کی، وہ علمی و تحقیقی معیار سے گری ہوئی ایک ایسی تحریر ہے جس میں انصاف سے زیادہ تعصب، دیانت سے زیادہ دھوکہ، اور تحقیق سے زیادہ فکری عناد کا رنگ غالب ہے۔

کتاب کا ظاہری حجم اگرچہ تحقیق کا تاثر دیتا ہے، مگر جب اس کے مضامین کو پرکھا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے حقائق کے بجائے خیالات کو مقدم رکھا، اور وہ خیالات بھی ایسے جو بار بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تنقید کے لیے پیش کیے گئے۔ فیضی صاحب کا انداز بیان، طرزِ استدلال، اور جملوں کی ترکیب سب اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ ان کے دل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے نفرت بھری ہوئی ہے، اور اس نفرت کو "تحقیق" کا عنوان دے کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر حملہ کیا گیا ہے۔

سب سے بڑا مغالطہ جسے انہوں نے بار بار دہرایا، وہ صلح کی "شرائط" کا موضوع ہے۔ مؤلف نے کئی ایسی شرائط کو پیش کیا جو نہ صرف ضعیف روایات سے ماخوذ ہیں بلکہ بعض تو سند کے بغیر صرف قیاسی باتیں ہیں۔ ان شرائط کو بار بار دہرا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باقاعدہ ایک مشروط معاہدہ کیا، جس کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو وقتی یا عارضی تسلیم کیا گیا۔

جب ہم ان دعوؤں کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف صحیح بخاری میں صلح کے متعلق ایک شرط کا ذکر موجود ہے، اور وہ شرط یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مال (یعنی وظائف یا عطیات) دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور یہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ یہ وعدہ پورا کیا گیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقررہ عطیات دیے گئے اور صلح کے بعد انہیں ہر اعتبار سے عزت و احترام کے ساتھ رکھا گیا۔

اس ایک شرط کے سوا، جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی صحیح بخاری میں وارد ہے، دیگر تمام "شرائط" کی بنیاد ایسی روایات پر ہے جن کی اسناد یا تو مرسل ہیں، یا منقطع، یا ناقابلِ حجت۔ اور بعض جگہوں پر محض بعد کے مؤرخین کے ذاتی قیاسات کو "شرائط" کے طور پر نقل کر دیا گیا ہے، جس کا نہ کوئی بنیادی حوالہ موجود ہے، نہ سند۔

یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ ظہور احمد فیضی صاحب کی کتاب ایک پراپیگنڈا پر مبنی تحریر ہے، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع، ان کی فہم، اور ان کی بصیرت کو چیلنج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب میں بار بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک چالاک، فریب کار اور دنیا پرست شخصیت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گویا ایک سادہ دل، مجبور اور حالات کے دھارے میں بہہ جانے والے شخص کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔ یہ طرزِ فکر نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توہین ہے، بلکہ یہ اہلِ سنت والجماعت کے مسلمہ اصولوں سے کھلا انحراف بھی ہے۔

فیضی صاحب کی تحریر میں علم کی چمک کم اور نفرت کی تاریکی زیادہ ہے۔ان کے جملے گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچ کو توڑ مروڑ کر، روایات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر، اور ماضی کے سیاسی اختلافات کو نئے فکری ایجنڈے کے تحت بیان کر کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

یہ کتاب ایک سنجیدہ قاری کو اس وقت مزید پریشان کرتی ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ مؤلف نے کئی ایسی ضعیف، موضوع اور من گھڑت روایات کو پوری صراحت اور قطعیت کے ساتھ ذکر کیا جنہیں اہل علم رد کر چکے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مؤلف نے پہلے سے ایک ذہنی سانچہ تیار کیا، اور پھر اس سانچے میں فٹ آنے والے اقوال، چاہے وہ کتنے ہی ناقابلِ اعتبار کیوں نہ ہوں، انہیں بطور "تحقیق" پیش کر دیا۔

فیضی صاحب کا انداز کچھ یوں ہے کہ وہ تحقیق کے پردے میں اپنی پُرانی فکری چوٹوں کا بدلہ لینے نکلے ہوں۔ ان کی ہر دوسری سطر میں شخصیت پرستی کا زہر اور مسلکی انتقام کی بو محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ وہ انداز ہے جو علمی دیانت کے خلاف، امت کی وحدت کے منافی اور اہلِ سنت کے عقائد کے سراسر برخلاف ہے۔

اس مختصر رسالے میں ہم فضول طوالت، غیر ضروری ابحاث، اور کتابی سجاوٹ سے ہٹ کر صرف علمی و تحقیقی گفتگو پیش کریں گے۔ ہم تمام ان روایات کا سندی، متنی اور تاریخی جائزہ پیش کریں گے جو "صلح کی شرائط" کے عنوان سے بیان کی جاتی ہیں۔ ہمارا مقصد کسی شخصیت کا دفاع یا حملہ نہیں، بلکہ حقائق کا تحفظ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقام کا احترام ہے۔

ہم اپنے قارئین کے سامنے واضح کریں گے کہ بخاری شریف میں مذکور واحد شرط —— یعنی مال کا دینا —— نہ صرف صحیح السند ہے بلکہ عملاً پوری بھی ہوئی۔ اس کے علاوہ جو بھی شرائط مشہور کی جاتی ہیں، ان کی حیثیت یا تو قیاسی ہے یا روایتاً ناقابلِ حجت۔

ہم اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حق کہنے، حق سننے اور حق پر قائم رہنے کی توفیق دے،

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت اور مقام کی حفاظت کرنے کی سعادت عطا فرمائے،

اور ایسے خود ساختہ مؤلفین اور مصنّفین کے شر سے امت کو محفوظ رکھے،

جو علم کا لبادہ اوڑھ کر فتنہ انگیزی کرتے ہیں اور تاریخِ اسلام کے درخشندہ چہروں پر سوالیہ نشان لگاتے ہیں۔

آمین یارب العالمین

منیر عباس چشتی

3 ستمبر 2025

صلح کی شرائط افسانہ یا حقیقت؟

اسلامی تاریخ میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کی گئی صلح ایک ایسا فیصلہ ہے جو اعلیٰ حکمت، بالغ نظری اور دینی مصلحت پر مبنی تھا۔ اس صلح کو امتِ اسلامیہ نے نہ صرف قبول کیا بلکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کو تسلیم کیا، اور مکمل طور پر اس پر قائم رہے۔ تاریخ کا ایک واضح اور ناقابلِ تردید پہلو یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک نہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، نہ ان کے کسی ساتھی نے اس صلح کے خلاف کوئی اقدام کیا۔

یہی وہ متفقہ مؤقف ہے جس پر اہل سنت کا اعتماد قائم ہے۔ لیکن افسوس کہ کچھ افراد نے اس تاریخی حقیقت کو مسخ کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش کی۔ خاص طور پر وہ لوگ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فکری تعصب رکھتے ہیں، ان کی جانب سے بار بار ایسی باتوں کو دہرایا گیا جو سنداً، اصولاً اور تحقیقی اعتبار سے کمزور اور ناقابلِ قبول ہیں۔

ایسے تمام افراد جو اہل سنت کی تاریخی اور اعتقادی بنیادوں کو متزلزل کرنے پر تُلے ہوئے ہیں، بالخصوص وہ لوگ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغض کے تحت بولتے ہیں، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ صلحِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مشروط اور وقتی مفاہمت کے طور پر پیش کیا جائے۔ ان لوگوں نے اپنی تحریروں، تقاریر اور ویڈیوز میں ایسی شرائط ذکر کیں جو سند و تحقیق سے محروم ہیں، لیکن انہیں اس انداز سے پیش کیا جیسے وہ کسی مسلمہ تاریخی حقیقت کا درجہ رکھتی ہوں۔

انجینیر محمد علی مرزا نے اپنے واقعہ کربلا والے پمفلٹ میں اصولاً غیر ثابت روایات ذکر کیں، لیکن ان میں سے کسی ایک کی سند پر بھی تحقیق کامل یا تنقید نہیں کی۔ جس سے تحقیق ظاہر نہیں ہوتی۔

ایسے لوگ جو بے سند، ضعیف یا من گھڑت روایات کو بار بار دہراتے ہیں، اور عوامی پلیٹ فارمز پر ان کا پرچار کرتے ہیں، ان کا اصل مقصد صرف اور صرف رافضیوں کو خوش کرنا، اہل سنت کے اعتماد کو متزلزل کرنا، اور امت کے درمیان نفرت کا بیج بونا ہے۔ ان میں کچھ افراد نے کتابیں لکھیں، کچھ نے لیکچرز دیے، کچھ نے ویڈیوز بنائیں اور کچھ نے اپنی کتب کی رونمائی کے نام پر محض تجارت اور شہرت کے حصول کی کوشش کی۔ مگر نتیجہ یہ نکلا کہ عوام الناس کو حقائق کی بجائے مغالطے دیے گئے، اور ایسا بھی افراد تھے جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی روشن اور محفوظ ہستیوں پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت کی گئی۔

اب وقت آگیا ہے کہ ہم ان تمام نام نہاد شرائط کا تحقیقی جائزہ لیں، جنہیں ظہور احمد فیضی اور اس کے فکری متبعین نے بار بار دہرایا ہے۔ ہم ان شرائط کو سند، متن اور سیاق وسباق کی روشنی میں دیکھیں گے اور یہ واضح کریں گے کہ:

ان "شرائط" کی بنیاد میں کون سی روایات پیش کی گئیں

ان روایات کی سند کیا ہے

ان پر محققین کی رائے کیا ہے

یہ روایات علمی معیار پر کس درجہ پر فائز ہیں

اور کیا واقعی یہ صلح کی شرائط ثابت کرتی ہیں یا محض خیالی افسانے ہیں

ہمارا مقصد صرف ایک فرد یا کتاب کا رد نہیں، بلکہ اس پورے فکری اور باطل رجحان کا تعاقب ہے جس نے اہل سنت کے اجماعی مؤقف، تاریخی صداقت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقام و مرتبہ کو نشانہ بنایا ہے۔

اب اس رسالے میں ہم ترتیب وار ان چھ شرائط پر تحقیق اور نقد کا آغاز کرتے ہیں، تاکہ حق واضح ہو اور باطل اپنے انجام کو پہنچے۔

پہلی شرط: خلافت کی واپسی کا وعدہ کا جواب

: ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب "صلح الِامام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے صفحہ 194 پر صلح کی پہلی مبینہ شرط یہ بیان کی

"خلافت پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس لوٹائی جائے گی"

فیضی نے اس شرط کے لیے امام سیوطی رحمہ اللہ کی تاریخ الخلفاء سے یہ عبارت نقل کی

فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ الْحَسَنَ يَبْذُلُ لَهُ تَسْلِيمَ الْأَمْرِ إِلَيْهِ عَلَى أَنْ تَكُونَ لَهُ الْخِلَافَةُ مِنْ بَعْدِهِ، وَعَلَى أَلَّا يَطْلُبَ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ بِشَيْءٍ مِمَّا كَانَ أَيَّامَ أَبِيهِ

ترجمہ: "سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ معاملات سپرد کرنے پر تیار ہیں اس شرط پر کہ بعد ازاں خلافت ان کے لیے ہو گی، اور اہلِ مدینہ، حجاز یا عراق میں سے کسی طرف سے بھی ان چیزوں کا مطالبہ نہ کیا جائے جو ان کے والد کے زمانہ میں معمول تھیں۔

اس عبارت کی کوئی سند امام سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کی، یعنی یہ بغیر سند نقل کی گئی تھی، جو تحقیقی و علمی لحاظ سے ناقابلِ اعتماد ہے۔

مزید برآں، فیضی صاحب نے امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کی کتاب الاستیعاب سے اس روایت کو تقویت دینے کی کوشش کی۔ اس روایت کی سند میں راوی عبد اللہ بن شوذب شامل ہے، اور امام شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے سیر أعلام النبلاء اس کا قول نقل کیا کہ:

مولدی في سنة ست وثمانين   یعنی میری ولادت 86 ہجری میں ہوئی

تاہم یاد رہے کہ یہ راوی نہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں موجود تھے، نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں۔ اس لیے اس روایت کی سند قطعاً منقطع ہے، اور اصولِ حدیث کے مطابق اسے کسی مستند دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

یہ علمی ناانصافی بڑی گستاخی کے مترادف ہے کہ فیضی صاحب نے ایک منقطع روایت کو بنیاد بنا کر صلح کے اصول کو مشروط کر دیا؛ اور یہ کام انہوں نے پیر سدرہ کو خوش کرنے، کتاب کا حجم بڑھانے، اور اپنی شہرت میں اضافہ کرنے کے لیے کیا۔ اس عمل میں، شاید وہ پیسے بٹورنے میں کامیاب رہے، لیکن اس شرط کو مستند ثابت کرنے میں وہ قطعی ناکام رہے۔

اسی کتاب کے صفحہ 197 پر انہوں نے اُسد الغابہ (جلد 2، صفحہ 18) سے ایک روایت نقل کی کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرط پیش کی، مگر یہاں بھی کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے اگر ان کا مقصد تحقیق ہوتا تو اپنے موئقف کی تائید میں بے سند روایات سے استدلال نہ کرتے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کی طرف غلط نسبت — ظہور احمد فیضی کی علمی خیانت

ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب صلح الإمام الحسن رضي اللہ تعالیٰ عنہ کے صفحہ نمبر 197 پر امام ابن حجر رحمہ اللہ کی دو معروف کتابوں، الاصابۃ اور تہذیب التہذیب، سے ایک ایسی روایت کا حوالہ پیش کیا ہے جس کا مقصد یہ باور کروانا ہے کہ حضرت امام حسن رضي اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضي اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان جو صلح ہوئی، اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ خلافت بعد ازاں حضرت امام حسن رضي اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس کی جائے گی۔

یہ بات نہ صرف خلافِ تحقیق ہے، بلکہ علمی خیانت اور اصولِ نقل کی صریح خلاف ورزی بھی ہے۔

امام ابن حجر رحمہ اللہ نے ان دونوں کتابوں میں اس بات کو سنداً ذکر نہیں کیا۔ یہ محض فیضی کا دعویٰ ہے جس کی بنیاد کسی ثابت و متصل سند پر نہیں۔ اصولِ حدیث و تاریخ کے مطابق جب کسی امام کی طرف کوئی بات منسوب کی جائے، تو اس کے لیے متصل سند ضروری ہوتی ہے۔ اگر سند نہ ہو، تو ایسی بات علمی دنیا میں ناقابلِ قبول سمجھی جاتی ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کی کتابیں اصلاً تراجم کی نوعیت رکھتی ہیں۔ تراجم کی کتب میں بہت سی غیر ثابت، بے سند یا ضعیف اقوال و روایات نقل ہوتی ہیں۔ ان کا محض ذکر کر دینا اس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ مصنف نے ان پر اعتماد بھی کیا ہے، یا وہ ان کے قائل بھی ہیں۔ اس لیے صرف اتنا کہہ دینا کہ یہ عبارت تہذیب التہذیب یا الاصابۃ میں موجود ہے، ہر گز اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ یہ بات صحیح بھی ہے اور قابلِ استدلال بھی۔

فیضی کی یہ پرانی عادت ہے کہ جب وہ کسی بے بنیاد بات کو نقل کرتا ہے، تو وہ اس کی سند پیش نہیں کرتا، نہ اس کے رواۃ پر کوئی تحقیقی کلام نقل کرتا ہے، نہ اس بات کی ثقاہت کو بیان کرتا ہے۔ اس مقام پر بھی اس نے تہذیب التہذیب سے ایک عبارت نقل کی لیکن اس کی سند، راوی، یا اس پر محدثین کی توثیق کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ علمی دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ اگر واقعی امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو صحیح سمجھا ہوتا، تو وہ اس کے ساتھ سند یا کسی دوسرے ثقہ امام کی تائید بھی نقل کرتے۔

یہ طرزِ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ فیضی دانستہ طور پر ایسی بے اصل اور منقطع روایات کو نقل کرتا ہے، تاکہ حضرت امیر معاویہ رضي اللہ تعالیٰ عنہ کو متنازعہ بنا کر پیش کیا جائے، اہلِ رفض کی فکری ترجمانی کی جائے

یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی باتوں کو بنیاد بنا کر کتاب کا حجم تو بڑھایا جاسکتا ہے، مگر لیکن علمی معیار کو کہیں دفن کر دیتا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو نہ سنداً ثابت ہے، نہ کسی ثقہ امام سے اس کی تصدیق ملتی ہے، علمائے اہل سنت، محققین اور اصحابِ بصیرت اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ بغیر سند بات نہ قابلِ استدلال ہوتی ہے، نہ قابلِ اعتبار۔

ایسی کوششیں دراصل اس فکری یلغار کا حصہ ہیں جس سے صحابہ کرام رضي الله تعالی عنھم کی عظمت کو مشتبہ، اور رافضیوں کی فکر کو تقویت دینا ہے۔

فیضی اور اس کے فکری ہم نواؤں کو یہ جان لینا چاہیے کہ امت کا اجتماعی علمی سرمایہ اور اہلِ سنت کی فقہی، اصولی و حدیثی روایت ان خیانتوں سے بہت بلند ہے۔ صحابہ کرام رضي الله تعالی عنھم کی توہین پر مبنی کوئی بھی بیانیہ، خواہ وہ کتنا ہی علمی جامہ پہن لے، نا قابلِ قبول ہے۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عبارت اور شرائط صلح کی روایات کی حقیقت

فتح الباری میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی وہ مشہور عبارت ہے جسے انجینیئر محمد علی مرزا اور رافضی ترجمان بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ یہ عبارت صلح امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصل صلح کے وقوع کی تصدیق نہیں کرتی بلکہ صلح کی شرائط کے حوالے سے پیش کی جانے والی روایات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش ہے۔

اصل مسئلہ یہی ہے کہ صلح کی شرائط کی جو روایات بیان کی جاتی ہیں، ان کی سند اور صحت پر سخت سوالات اٹھتے ہیں اور ان روایات کو اہلِ تحقیق اور اہلِ علم قبول نہیں کرتے۔ انجینئر زا اور ان کے حواری ان روایات کو بغیر کسی سند کی تحقیق کے بیان کرتے ہیں اور امیر معاویہؓ پر اعتراضات کرتے ہیں۔

یہ طریقہ کار نہ صرف علمی اعتبار سے نا قابل قبول ہے بلکہ یہ اسلام کے حقیقی حقائق اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان و عظمت کے خلاف بھی ہے۔ صلح تو ہوئی ہے اور اس میں امت نے اتفاق کیا، لیکن اس کے ساتھ جو شرائط منسوب کی جاتی ہیں، ان کی حقیقت پر سوالات ہیں اور ان کی تائید محققین کی طرف سے نہیں ملتی۔

لہٰذا ہم یہاں ان روایات کی حقیقت کو بے نقاب کریں گے اور اہلِ سنت کے موقف کو مضبوطی سے پیش کریں گے تاکہ حقائق کو مسخ کرنے کی اس کوشش کو بے اثر کیا جاسکے۔

ایک مشہور فتح الباری کی عبارت اور صلح کی شرائط پر شبہات کی حقیقت

ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب صلح الِامام الحسن کے صفحہ نمبر ۱۹۷ پر فتح الباری میں امام ابن حجر رحمہ اللہ کی ایک مشہور عبارت نقل کی، جسے انجینیر مرزا، مفتی فضل احمد چشتی سندری یزیدی، اور ررافضی ترجمان بلا تحقیق بنیاد بنا کر صلح کی شرائط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس عبارت کا اصل متن یہ ہے۔:

وَذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ فِي "كِتَابِ الْخَوَارِجِ" بِسَنَادٍ قَوِيٍّ إِلَى أَبِي بَصْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ عِندَ مُعَاوِيَةَ: إِنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ لِنَفْسِيَ الْخِلَافَةَ بَعْدَهُ۔

:ترجمہ

محمد بن قدامہ نے کتاب الخوارج میں ابو بصرہ تک معتبر سند کے ساتھ یہ بیان نقل کیا کہ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"میں نے معاویہ پر یہ شرط رکھی ہے کہ خلافت ان کے بعد میرے لیے ہو۔"

اصولی تحقیق اور وضاحت

ا۔ کتاب الخوارج کا مفقود ہونا

کتاب کا اصل نسخہ دستیاب نہیں ہے، لہٰذا اس عبارت یا اس کی سند کو تحقیق کے معیار پر پرکھنا ممکن نہیں۔ صرف ایک پیرایہ نقل کرنا، مگر بنیاد موجود نہ ہو، حقیقتاً افسوسناک ہے۔

۲۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ کی اصولی روایت

:امام ابن حجر نے اپنی تحقیقاتی کتاب نُخبۃُ الفکر في مصطلح أھل الأثر میں اصول بیان کیے، جن میں سے ایک یہ ہے

"ولا يُقبل حديث المبهم ما لم يُسَمَّ"

کوئی مبہم روایت، جب تک اس کے راوی واضح نہ ہوں اور ان کی ثقہ حیثیت نہ ثابت ہو، قبول نہیں کی جاتی۔

یہ اصول بذاتِ خود ایک روشن دلیل ہے کہ صرف "سندِ قوی" کہنا سند صحیح و روایت صحیح کہنا کافی نہیں۔ رواۃ کا تعین اور توثیق شرط ہے۔

اب فیضی ٹیم کو چاہیے کے پیر سدرہ سے مراقبہ کروا کر رواۃ کا پتہ لگائیں۔

۳۔ مفتی فضل احمد چشتی کا مکروہ کردار

مفتی فضل احمد چشتی، جو خود کو "دفاعِ صحابہ" کا علمبردار کہتا ہے، اس عبارت کو اپنی تقریروں میں پیش کرتے ہیں۔ تاہم ان کے موقف میں تضاد واضح ہے — صبح کچھ، شام کچھ اور بدل جاتی ہے۔

علم سے دور چالیس، چار کروڑ کے کتابی ڈھیر، مگر تحقیق کا بالکل فقدان — یہ نحیف بیانیہ ان کے مکافات کا حقیقی چہرہ ہے۔

نتیجہ اور عملی اقدام

: ہم نے تحقیق کے معیار پر اس عبارت کا جائزہ لیا، اور یقینی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ

عبارت کی سند موجود نہیں،

اصولِ حدیث میں اس کے سند قوی ہونے کی کوئی جگہ نہیں اور عوام یہ سمجھتی ہے کہ شاید یہ روایات صحیح ہیں۔ لٰہذا، ہم نے ظہور احمد فیضی صاحب کی "پہلی شرط" کا جنازہ پڑھ کر ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا ہے۔ اب وقت ہے کہ یہ لوگ پیر سدرہ کے سامنے سرائیکی میں یہ الفاظ کہہ کر اپنی علمی کجی کا اعتراف کریں

بابا، میں آئی کھڑی ہاں ، سر مٹیاں پائی کھڑیاں ہاں،

چشتی کولوں مار کھائی کھڑیاں

معاویہ رضی اللہ عنہ خوشی سے اڑ رہے تھے یا فیضی آڑ کر ایران کا رہا ہے؟

:امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے الاستیعاب میں نقل کیا ہے

فَأَجَابَهُ، وَكَادَ يَطِيرُ فَرَحًا

:ترجمہ

انہوں نے اس (شرط) کو قبول کر لیا، اور خوشی کے عالم میں گویا اڑنے لگے۔

ظہور احمد فیضی صاحب نے اپنی کتاب (صفحہ ۱۹۹) میں یہ عبارت پیش کر کے یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح کی شرائط پر بے حد خوش ہوئے، حالانکہ یہ روایت اصولی لحاظ سے غیر معتبر ہے۔

دمیری نے اپنی کتاب حیاتُ الحیوان میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر سجدہ شکر کیا اور خوشی کا اظہار بھی کیا۔ یہ روایت مفتی غلام رسول

جماعتی نے اپنی کتاب بارہ امام میں پیش کی، تاکہ پیرِ عبد القادر شاہ صاحب اور ان کے مریدین کو خوش کیا جا سکے۔ کوئی سند پیش نہیں کی ڈریکٹ ایران کی فیلٹ پر۔

اسی طرح سننِ ابی داؤد میں مقدام بن معدی کی روایت ہے

اس کی متعلق ہم الگ رسالہ میں کلام کر چکے ہیں۔

:اصولِ تحقیق اور روایت کی قبولیت

:عربی میں اصول ہے

".الحديث المجهول لا يُحتجُّ به، وإن قيل: سمعته من سمعته"

:ترجمہ

"نامعلوم یا غیر معتبر روایت کو کسی دلیل یا موقف کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا، چاہے بے تاثر انداز میں بھی سُنا ہو۔"

یہ اصول اس بات کا غماز ہے کہ بے سند، مبہم، یا غیر معتبر روایتیں فقہی یا تاریخی استدلال کا حصہ نہیں بن سکتیں۔

:نتیجہ

امام امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق صلح کی خوشی سے متعلق یہ تمام روایات ریسرچ کی محک سے سرے سے گزری ہوئی نہیں۔

فیضی اور غلام رسول جماعتی جیسے لوگ ان بے سند روایات کو بنیاد بنا کر اپنی فکری تسکین پاتے ہیں، مگر وہ عالمانہ، محققانہ اور علمی اصول سے منہ موڑ چکے ہیں۔

تحقیق پسند قاری، محقق اور اہلِ علم کو چاہیے کہ اس قسم کی روایات کو معتبر یا مستند نہیں تسلیم کریں، بلکہ اہل تحقیق کے معیار پر رکھیں۔

صلحِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی شرط اور متن پر فیضی کے جھوٹ کا پردہ چاک

صلحِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بعض معاصر کاتبین، جن میں ظہور احمد فیضی اور اس کا فکری قبیلہ پیش پیش ہے، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس لوٹائی جائے گی۔

فیضی نے اس مفروضہ کو بنیاد بنا کر نہ صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بدگمانی کی عمارت کھڑی کی، بلکہ اپنی جانب سے ایک فکری فتنہ بھی کھڑا کر دیا جس کا مقصد اہلِ بیت علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مابین نفرت کی دیوار چننا ہے۔

:ہم یہاں اس بات کو علمی تحقیق کے ساتھ واضح کریں گے کہ

صلح کی وہ شرط "خلافت کی واپسی" ہرگز ثابت نہیں

:سب سے پہلی حقیقت جس کا اعتراف ضروری ہے وہ یہ ہے کہ

خلافت کی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف واپسی والی شرط کسی صحیح السند روایت سے ثابت نہیں۔

بلکہ اس موضوع پر جتنی بھی روایات یا اقوال موجود ہیں، ان میں یا تو سند کا فقدان ہے، یا راوی ضعیف یا روایت منقطع ہے، اور بعض تو صریح جعل سازی کی مثالیں ہیں۔

اس لیے یہ کہنا کہ "صلح کی پہلی شرط یہ تھی..." خود ایک بے بنیاد اور بے اصل دعویٰ ہے، جس کا علمی اور تاریخی ریکارڈ میں کوئی معتبر ثبوت نہیں۔

بالفرض اگر تسلیم کر بھی لیا جائے، تب بھی فیضی کا مقدمہ باطل ہے

اب اگر بالفرض—صرف فہم کی سہولت کے لیے—یہ مان بھی لیا جائے کہ خلافت کی واپسی والی شرط صلح کا حصہ تھی، تو تب بھی فیضی اور اس کے ہم نواؤں کا مقدمہ درست نہیں بیٹھتا۔

:اس کی وجہ بہت واضح ہے

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات ہی میں وفات پا گئے تھے۔

لہٰذا خلافت کی واپسی کا سوال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔

اس طرح اگر یہ شرط ہوتی بھی، تو وہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی سے مشروط تھی،

اور ان کی وفات کے ساتھ ہی اس شرط کا عملاً اختتام ہو گیا۔

اب اگر کوئی شخص اس مفروضے کو لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بدنیتی یا وعدہ خلافی کا الزام لگاتا ہے، تو وہ نہ صرف تاریخی حقیقت سے چشم پوشی کرتا ہے بلکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عدالت پر حملہ آور ہوتا ہے، جسے اہلِ سنت کا اجماعی عقیدہ ہرگز گوارا نہیں کرتا۔

فیضی کا جھوٹا مقدمہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

فیضی کے فکری افلاس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے صلح کی مبینہ شرائط کو بنیاد بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا الزام بھی تھوپنے کی کوشش کی۔

:اس کے بیانات میں صاف تاثر دیا گیا کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دلوا کر راستے سے "ہٹایا۔"

یہ روایت جس پر وہ تکیہ کرتا ہے، المستدرک للحاکم میں آئی ہے، جس میں راوی ہے قتادہ بن دعامہ۔

یہ راوی خود امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوا۔

:امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر أعلام النبلاء میں واضح طور پر لکھا ہے

".وُلِدَ بعدَ موتِ الحسنِ ببضعَ سنين"

"یعنی: "وہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے کئی سال بعد پیدا ہوا۔

:اب سوال یہ ہے

جب یہ راوی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھا ہی نہیں، تو اس نے یہ روایت کس سے سنی؟

واضح ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔

نیز قتادہ مدلس بھی ہے

قتل کے باب میں ضعیف روایات سے استدلال اور قیاس کی کوئی گنجائش نہیں

اسلامی شریعت میں قتل کا الزام انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے۔ اس کے لیے خبرِ واحد، وہ بھی ضعیف اور منقطع، بالکل غیر معتبر ہوتی ہے۔

قتل کے باب میں صرف اور صرف دلائلِ قطعیہ (یعنی یقینی ثبوت) ہی قابلِ حجت ہوتی ہیں۔

نہ اکوئی قطعی دلیل ہے،

نہ کوئی صحیح السند روایت،

اور نہ ہی کوئی معقول علمی موقف۔

ظہور احمد فیضی تنہا نہیں ہے۔اس کے فکر و لہجے سے ملتے جلتے کئی اور چہرے بھی موجود ہیں، جن میں طیب شاہ گیلانی نامی شخص بھی شامل ہے، جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف کھلم کھلا باتیں کی، اور اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود نہ علمی دنیا میں کوئی مقام حاصل کر سکا، نہ مریدین کا حلقہ بنا سکا، نہ ہی تحقیقی سطح پر کوئی قابلِ قدر حیثیت اختیار کر سکا۔

گمراہ کن افراد صرف سستی شہرت،

فرقہ وارانہ جذبات،

—— اور پروپیگنڈہ بازی کے لیے پیدا ہوتے ہیں

اور تاریخ انہیں نہ سنجیدگی سے لیتی ہے،

نہ تحقیق کی دنیا میں کوئی جگہ دیتی ہے۔

صلحِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ مبینہ شرط کہ خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے گی——نہ توثابت ہے،نہ معقول ہے،اور نہ فیضی جیسے افراد کے تعصبات کا سہارا بن سکتی ہے۔

اور اگر بالفرض تسلیم بھی کی جائے تو اس شرط کا تعلق حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی سے مشروط تھا،

اور ان کی وفات نے اس کو خود بخود باطل اور غیر مؤثر کر دیا۔

فیضی جیسے لوگ جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زہر دلوانے کا جھوٹا الزام لگاتے ہیں،

وہ صرف فتنہ پرور ذہنوں کے نمائندے ہیں،

ان کی تحریر میں اغلاط،اور فکری بانجھ دیکھنے کو ملتی ہے ہیں۔

صلحِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری شرط کا بے سند دعویٰ اور ظہور احمد فیضی پر علمی تبصرہ

ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 200 پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ صلح کی دوسری شرط یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والوں کو کسی قسم کی اذیت نہیں دی جائے گی، انہیں نہیں چھیڑا جائے گا، اور ان کے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ "صلح نامہ" کی بنیاد پر مصنف نے ایک تفصیلی بیانیہ ترتیب دیا ہے جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعض گورنروں، اور خصوصاً بُسر بن ابی ارطاۃ پر ظلم و ستم، قتل و غارت اور نہایت سنگین الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ اگر انکو بھی تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنا جائے تو شاید یہ بھی اسی طرح ثابت نا ہوں۔

: مصنف نے اس مقام پر جو تفصیل بیان کی ہے، اس میں درج ذیل امور خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں

1. حضرت ابن صخر کے قتل کا ذکر۔

2. مال و دولت کی لوٹ مار۔

3. بچوں اور عورتوں کو قتل کیے جانے کا دعویٰ۔

4. بُسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم۔

یہ تمام تر بیانیہ، علمی و تحقیقی بنیاد سے محروم ہے اور ان تمام باتوں کا سب سے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی صحیح السند روایت یا کسی معتبر ماخذ سے ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔

:سوال فیضی سے

اگر آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صلح کی دوسری شرط یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والوں کو چھیڑا نہیں جائے گا، تو آپ پر لازم تھا کہ سب سے پہلے اس شرط کو کسی ایک مستند، معروف، اور صحیح روایت کے ساتھ ثابت کرتے۔ آپ کا فرض تھا کہ آپ اس کے لیے صحیح سند کے ساتھ کوئی معتبر تاریخی یا حدیثی ماخذ پیش کرتے، تاکہ قارئین جان سکے کہ یہ واقعی صلحِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باقاعدہ شرط تھی۔

مگر افسوس کہ آپ نے ایسا کوئی علمی قدم اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔

نہ آپ کے پاس صحیح سند ہے، نہ ثقہ ماخذ، نہ کسی امامِ حدیث یا تاریخ کی تصریح۔ آپ کا کام صرف بے بنیاد بیانیہ ترتیب دینا ہے اور پھر اس پر مرثیہ پڑھ کر امام بارگاہ والوں کو خوش کرنا۔

:علمی دنیا کا معیار اور آپ کی روش

تحقیق کا تقاضا ہوتا ہے کہ انسان جب ایک بات بیان کرے، خاص طور پر ایسی بات جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کردار پر اثر ڈالتی ہو، تو اسے مکمل تحقیق، سند اور ثبوت کے ساتھ پیش کرے۔ آپ نے اس بنیاد پر جو آگے واقعات بیان کیے، وہ سب کے سب تاریخی افسانے معلوم ہوتے ہیں جن پر نہ روایت کی سند ہے، نہ درایت کی صحت۔

بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ نے اپنے موقف کی تائید کی خاطر بے سند و مشکوک روایتوں کی بانسری بجائی ہے، اور یہ وہ روش ہے جو اہلِ تحقیق نہیں بلکہ اہلِ تعصب کا شعار ہوا کرتی ہے۔

یہ طرزِ تحریر ایک غیر ذمہ دارانہ علمی رویے کی غمازی کرتا ہے۔ آپ صلح کی "شرط" کا دعویٰ تو کرتے ہیں، لیکن اس دعوے کے لیے روایت نہیں، بلکہ "فیضی کا بیان" پیش کرتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا:

"فیضی کی بات ہی حجت ہے، روایت کی کیا ضرورت ہے؟"

تحقیق کا دامن چھوڑ کر اگر ذاتی جذبات اور فرقہ وارانہ عصبیتوں کو علمی لباس پہنا دیا جائے، تو تاریخ مسخ ہو جاتی ہے اور نسلیں گمراہ ہوتی ہیں۔

یہ اندازِ فکر علمی خیانت ہے۔اس کا مقصد اصلاح نہیں، بلکہ صرف اموی خلافت، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کردار کشی ہے۔اور یہ کوشش نہ صرف تاریخی حقیقت کے خلاف ہے، بلکہ عقیدۂ اہلِ سنت والجماعت سے بھی صریح انحراف ہے۔

نتیجہ:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صلح کے بارے میں جو مستند شرائط صحیح سند کے ساتھ روایات میں منقول ہیں، ان میں "حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکاروں کو نہ چھیڑنے" کی شرط کا کوئی واضح، مستند، تذکرہ موجود نہیں ہے۔اگر کہیں روایتی یا تاریخی کتب میں اس کا ذکر موجود بھی ہو، تو وہ یا تو بلا سند ہوتا ہے، یا ضعیف السند، یا فرقہ وارانہ مراجع سے منقول ہوتا ہے، جنہیں محدثین اور محققین حجت نہیں مانتے۔

ظہور احمد فیضی نے جو طرزِ بیان اختیار کیا ہے، وہ علمی وقار سے گرا ہوا، تحقیق سے خالی، اور بغیر روایت کی حیثیت دیکھے اپنے فرقے کی خاطر استدلال تعصب سے بھرا ہوا اسلوب ہے۔ علمی دنیا میں کوئی وزن نہیں رکھتا اور اس پر کوئی سنجیدہ محقق اعتماد نہیں کر سکتے۔

تیسری شرط پر علمی تبصرہ: فیضی کا دعویٰ، حقیقت یا مغالطہ؟

اب ہم آتے ہیں فیضی صاحب کی بیان کردہ تیسری شرط کی طرف، جو انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 200 پر ذکر کی ہے۔اس شرط کا خلاصہ یہ ہے:

کتاب وسنت پر عمل کرنا ہوگا"۔"

اس کے تحت فیضی صاحب نے ایک عبارت نقل کی ہے، جس کا ماحصل یہ بتایا گیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اس بنیاد پر کی کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو قائم رکھیں گے، اور اس پر بیعتِ سمع وطاعت لی گئی۔

پیش کردہ عربی عبارت:

وقال الحسن: اتق الله يا معاوية على أمة محمد، لا تفنيهم بالسيف على طلب الدنيا وغرور فانية زائلة، فسلم الحسن الأمر إلى معاوية وصالحه وبايعه على السمع والطاعة على إقامة كتاب الله وسنة نبيه

امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے معاویہ! امتِ محمد (ﷺ) کے بارے میں اللہ سے ڈرو، انہیں دنیا کے پیچھے دوڑنے اور فانی وزائل ہونے والے "دھوکے کی خاطر تلوار سے ہلاک نہ کرو۔"

پس امام حسن نے (خلافت کا) معاملہ معاویہ کے سپرد کر دیا، اُن سے صلح کی، اور کتاب اللہ اور سنتِ نبی ﷺ کو قائم رکھنے کی شرط پر ان کی سمع وطاعت کی بیعت کی۔

سند کا سوال: فیضی کی خاموشی اور علمی بددیانتی

فیضی صاحب نے اس عبارت کے ساتھ ابن بطال کی شرح صحیح بخاری، عمدۃ القاری، فتح الباری اور دیگر کئی کتب کے حوالہ جات تو ضرور پیش کیے—تاکہ قارئین پر یہ باور کرایا جاسکے کہ یہ بات متعدد معتبر کتابوں میں وارد ہوئی ہے— لیکن کہیں بھی اس عبارت کی سند یا ماخذ کی تصریح نہیں کی گئی۔

:سوال یہ ہے

کیا یہ عبارت واقعی امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی مستند روایت ہے؟

کیا ابن بطال یا دیگر شارحینِ بخاری نے اسے کسی معتبر سند سے روایت کیا ہے؟

کیا یہ محض بیانِ حال ہے یا منقول روایت؟

:حقیقت یہ ہے

جو شخص بھی ابن بطال کی شرح، فتح الباری، عمدۃ القاری یا دیگر کتب کو تحقیق کے ساتھ دیکھے گا، اسے معلوم ہو گا کہ یہ عبارت کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ نہ ہی ابن بطال نے اس کا کوئی اسناد ورجال سے مربوط حوالہ دیا ہے۔ نہ ہی کسی محدث نے اس روایت کو کسی مسند یا مصنف کتاب میں سنداً نقل کیا۔

: فیضی صاحب نے یہاں بھی وہی طرز اپنایا جو انہوں نے دیگر شرائط کے ضمن میں اپنایا تھا

عبارت پیش کرو، حوالہ کا انبار لگادو، اور سند سے نظریں چرالو۔

اگر واقعی یہ عبارت کسی معتبر سند کے ساتھ موجود ہوتی تو فیضی صاحب جیسے "تحقیق پیشوا" ضرور اسے سنداً پیش کرتے۔ لیکن چونکہ ایسی کوئی سند موجود نہیں، اس لیے خاموشی ہی میں عافیت جانی گئی۔

علمی تنقید: یہ روایت نہیں، محض قول یا بیانِ حال ہے

محدثین اور اصولِ حدیث کے ماہرین جانتے ہیں کہ محض کسی عبارت کا کسی شارح یا مورخ کے ہاں موجود ہونا روایت کی صحت پر دلالت نہیں کرتا، جب تک کہ اس کی سند صحیح اور قابلِ قبول نہ ہو۔

: بلکہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے

الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء

"سند دین کا حصہ ہے، اگر سند نہ ہو تو ہر شخص جو چاہے، وہ کہہ دے۔"

فیضی صاحب کو چاہیے تھا کہ اگر وہ واقعی علمی و تحقیقی معیار پر بات کر رہے ہیں، تو اس عبارت کی سند پیش کرتے، اس کے رواۃ پر جرح و تعدیل کا تذکرہ کرتے، تب جا کر اس شرط کو کسی قابلِ استدلال حیثیت میں پیش کیا جا سکتا۔

: نتیجہ

فیضی صاحب کی یہ تیسری شرط بھی بے بنیاد ہے۔ اگر وہ اتنی کتابوں کے حوالے دے کر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ :

سند کہاں ہے؟

راوی کون ہیں؟

حدیث کی کتب میں یہ روایت کہاں ہے؟

یہ نہ صرف علمی خیانت کے مترادف ہے، بلکہ قاری کو مغالطے میں ڈالنے کی دانستہ کوشش بھی۔

:آخری بات

اگر فیضی صاحب کو علم و تحقیق کا ذرا سا بھی پاس ہوتا، تو یا تو وہ سند لا کر دکھاتے، یا یہ اعتراف کرتے کہ یہ بات قولاً ثابت نہیں بلکہ مؤرخین کا تاثر ہے۔

بصورتِ دیگر، اُن کے لیے زہر کا پیالہ پینا تو شاید ممکن نہ ہو، لیکن کم از کم کسی پیالی میں پانی ڈال کر اس میں ڈوب مرنے کی تمنا تو کر ہی سکتے ہیں — کیونکہ علمی میدان میں وہ بُری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔

چوتھی شرط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد معاملہِ خلافت شوریٰ طے کرے گا

: فیضی صاحب نے اپنی کتاب (صفحہ 205) پر اس شرط کو پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل نکات بیان کیے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد کسی کو ولی عہد مقرر نہیں کریں گے؛ .1

خلافت کا نظام خلفائے راشدین کی طرزِ حکمرانی کے مطابق عمل میں لایا جائے گا؛ .2

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کا فیصلہ مسلمانوں کی شوریٰ کرے گی۔ .3

ان نکات کے ثبوت میں انہوں نے کتاب الصواعق المحرقۃ (ص 398–399) سے چند عربی عبارتیں نقل کی ہیں، جن میں درج ذیل اہم عبارات شامل ہیں :

(ا)

هَذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، صَالَحَهُ عَلَى أَنْ يُسَلِّمَ إِلَيْهِ وِلَايَةَ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، عَلَى أَنْ يَعْمَلَ فِيهَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ، وَسِيرَةِ الْخُلَفَاءِ.

: ترجمہ

یہ وہ معاہدہ ہے جو حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا کہ مسلمانوں کی خلافت انہیں سونپ دی جائے، بشرطیکہ وہ قرآن، سنتِ نبی ﷺ، اور خلفائے راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کریں۔

(ب)

وَلَيْسَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنْ يُعْهِدَ إِلَى أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ عَهْدًا ، بَلْ يَكُونُ الْأَمْرُ مِنْ بَعْدِهِ شُورَى بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ.

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت کا عہدہ دے دیں؛ بلکہ اس معاملے کا فیصلہ امت کی شوریٰ کرے گی۔

(ج)

سيرَةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيّينَ.

ترجمہ:

ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سیرت پر۔

تحقیقی رد

أولاً، فیضی صاحب نے یہ عبارتیں نقل تو کیں، مگر ان کا کوئی پروں سے لے کر جڑ تک کا حوالہ، یعنی سند، پیش نہیں کی۔ تحقیق کی بدیہی شرط ہے کہ حوالہ اور سند بغیر فراہم کیے کوئی روایت معتبر نہیں کہلائی جاسکتی۔

ثانیاً، انہوں نے جو بیان کردہ پہلی شرط (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت سیدنا حسن کی طرف ہوگی) پیش کی، وہ چوتھی شرط (شورائی طے) کی صریح نفی ہے۔ اس تعارض سے واضح ہوتا ہے کہ فیضی صاحب نے بیانیہ مضبوط کرنے کے لیے آپس میں متضاد دعووں کو پیش کیا ہے۔

ثالثاً، اس دعوے میں ایک روایت بھی شامل ہے جس کا راوی عمر بن دینار رضی اللہ عنہ تھا۔ البتہ سیر أعلام النبلاء (علامہ ذہبی رحمہ اللہ) میں فرماتے ہیں:

وُلِدَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ – رَحِمَهُ اللَّهُ – فِي سَنَةِ سِتٍّ وَأَرْبَعِينَ.

ترجمہ:

عمر بن دینار رضی اللہ عنہ تقریباً 46 ہجری میں پیدا ہوئے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ بیان واضح کرتا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ (جن کی شہادت 49–50 ہجری کے قریب تصور کی جاتی ہے) میں عمر بن دینار رضی اللہ عنہ بچے تھے، اس لیے ان سے امام حسن رضی اللہ عنہ کا سماع غیر ممکن ہے۔

فیضی صاحب اس روایت کو مدعی ہونے کے باعث سماع اور لقا بیان کرنے کے پابند تھے، لیکن انہوں نے نہ عمر بن دینار کا سماع امام حسن رضی اللہ عنہ سے ثابت کیا، نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سماع و لقاء کا حوالہ دیا۔ لہٰذا یہ روایت اعتبار میں منقطع شمار ہوتی ہے، اور اسے بغیر تحقیق یا سند کے پیش کرنا علمی غفلت یا غیر ذمہ داری ہے۔ بلکہ دھوکہ دہی ہے۔

نتیجہ

: فیضیِ تحقیق کی بنیاد یہ ہے کہ

چاروں شرطیں (کتاب وسنت، خلفائے راشدین کے طریقے، شوریٰ طے؛ کرے گی۔

پہلے فیضی نے متبعین علی رضی اللہ عنہ کو چھیڑا نا جائے گا کو دوسری شرط قرار دیا پھر دوسرا نمبر دوسری کو دے دیا تو ترتیب کچھ آگے پیچھے ہے مگر ہم نے کسی بھی شرط کے آپریشن کو چھوڑا نہیں الحمداللہ۔

نیز یہ کہ ایسے بیانات جن کی سند یا روایت قابلِ اعتراض ہو، انہیں بیان کرنا یا ان پر بحث کرنا کتابی معیار کے خلاف ہے۔

اب ہم فیضی صاحب کے پانچویں اور چھٹی شرط کا جائزہ لیں گے، تاکہ ہر دعوے کو اپنی جگہ تحقیقی شفافیت سے پرکھا جا سکے۔

مولا علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم نہیں کیا جائے گا

:اس ضمن میں انہوں نے مآثرالِانافۃ فی معالم الخلافۃ سے یہ عبارت نقل کی ہے

وَكَانَ مَشْرُوطَهُ عَلَيْهِ أَنْ لَا يُسَبَّ عَلِيًّا

یعنی حکماً یہ شرط رکھی گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے توقیری یا توہین کسی طور نہ ہو گی۔

فیضی نے ایک بار پھر "بیان کرنا" ہی کافی جانا——یعنی عبارت کو نقل کرنے میں حد انفعال اختیار کی——مگر وہ اہلیت جو حدیث و تاریخ کے میدان میں لازماً درکار ہوتی ہے، بالکل نظرانداز رہی۔

:اسی علمی کشمکش میں انہوں نے امام ابن اثیر کی تصنیف الکامل فی التاریخ سے یہ عبارت بھی نقل فرمائی

وَأَنْ لَا يَشْتُمَ عَلِيًّا، فَلَمْ يُجِبْهُ عَنِ الْكَفِّ عَنْ شَتْمِ عَلِيٍّ، فَطَلَبَ أَنْ لَا يَشْتُمَ وَهُوَ يَسْمَعُ، فَأَجَابَهُ إِلَى ذَلِكَ ثُمَّ لَمْ يَفِ لَهُ بِهِ أَيْضًا

:ترجمہ

امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ شرط لی کہ علی رضی اللہ عنہ کو شتم نہ دیا جائے، لیکن معاویہ نے شتم سے باز رہنے کا وعدہ نہیں کیا۔ اس پر امام حسن نے یہ درخواست کی کہ حتیٰ کہ جب وہ سامع ہوں تو بھی شتم نہ کیا جائے، اور تضرع کے بعد اسے قبول تو کیا گیا، مگر پھر اس شرط کی تعمیل نہ ہوئی۔

فیضی نے بے ضعیف سند عبارات نقل کو بنیاد بنا کر پیر سدرہ کی شانِ پیری پر سوالیہ نشان لگانے کی کوشش کی —— جس سے کم از کم اپنا بنیادی فکری و قار ضائع ہوا ہے۔۔ گویا فیضی صاحب نے روایت کو حرفِ بہ حرف نقل کرتے ہوئے، اصولِ اِسنادی اور علمی وجاہت کو سستے تاثر کے ساتھ قربان کر دیا۔

واضح رہے کہ حدیث و تاریخ میں یہ بنیادی اصول تسلیم شدہ ہے کہ فقط عبارت نقل کرنا کافی نہیں، بلکہ روایت کی سچائی کے ضمن میں راوی کا معیار، سلسلہ ءاسناد، سند کا ارتباط اور قرائن و دلائل کا مکمل تجزیہ کیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شرائطِ صلح نامہ حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما پر فیضی صاحب نے جو پانچ دعوے پیش کیے، ان میں کوئی ایک بھی مستند سلسلہِ اسناد اثبات میں مستند نہ رہا۔ نہ کتاب و سنت کی شرط اپنی علمی مرجعیّت میں ٹھہری، نہ خلفائے راشدین کی سیرت کی شرط، نہ شوریٰ کا فیصلہ، اور اب یہ پانچویں شرط —— سب میں "خبر کے ظہور" کا دعویٰ ضرور رہے، مگر "دعوی کی حقیقت" کہیں نہ تھی۔

فیضی صاحب کی تحقیقِ بے بنیاد سے ان کی علمی ناکامی ظاہر ہوئی، جو کہ خود ایک طویل تحقیقی رد کی محتاجی ہے۔

فیضی کی علمی خیانت اور شرطِ ششم کا بے بنیاد افسانہ

ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب میں نواسۂ رسول، سبطِ رسول، ابنِ بتول، حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی صلح سے متعلق چھ شرائط بیان کی ہیں۔ صفحہ 204 پر وہ شرطِ ششم کے عنوان سے ایک ایسی روایت نقل کرتا ہے جو نہ صرف سند کے اعتبار سے بے بنیاد ہے بلکہ مفہوم کے اعتبار سے بھی گمراہ کن، متنازع اور متصادم ہے۔ فیضی روایت یوں نقل کرتا ہے

" فَاشْتَرَطَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْكُوفَةِ خَمْسَةَ آلَافِ أَلْفِ دِرْهَمٍ، وَأَنْ يَكُونَ خَرَاجُ دَارَابْجِرْدَ لَهُ، وَأَنْ لَا يُسَبَّ عَلِيٌّ وَهُوَ يَسْمَعُ، فَإِذَا فُعِلَ ذَلِكَ نَزَلَ عَنِ الْإِمْرَةِ لِمُعَاوِيَةَ، وَيَحْقِنُ الدِّمَاءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ"

(البدایہ والنہایہ، جلد ۸، صفحہ ۱۳۳)

ترجمہ:

" امام حسن رضی اللہ عنہ نے شرائط عائد فرمائیں کہ وہ کوفہ کے بیت المال سے پانچ لاکھ درہم لیں گے، اور دارابجرد کا خراج ان کے لیے مخصوص ہوگا، اور یہ کہ جب وہ سن رہے ہوں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب و شتم نہ کیا جائے۔ پس جب یہ شرائط قبول کرلی جائیں گی تو وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں گے اور مسلمانوں کے درمیان خونریزی کو روکا جائے گا۔"

فیضی نے اس روایت کو گویا کسی صحیفۂ وحی سے اخذ کردہ عبارت کے طور پر پیش کیا ہے، حالانکہ یہ روایت نہ صحیح الاسناد ہے، ابن کثیر نے اسے محض نقل کیا ہے، وہ بھی غیر معتبر روایت کی واضح علامت ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ فیضی نے اس روایت کو بلا تحقیق اور بلا سند، نہایت پُر اعتماد انداز میں نقل کر کے خود کو رسوا کیا اور اپنے قارئین کو بھی گمراہ کیا۔ شرطِ ششم کو بیان کرنے کا اس کا طریقہ کار بھی وہی تھا جو شرطِ اولیٰ سے لے کر خامسہ تک رہا: یعنی بغیر کسی صحیح و متصل سند کے روایات گھڑنا، یا گھڑی ہوئی روایتوں کو سہارا دینا۔ یہ نہ صرف علمی خیانت ہے بلکہ فکری و اعتقادی بد دیانتی بھی۔

مزید ستم یہ کہ صفحہ نمبر 256 پر وہ اسی شرط پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ "یہ مال دینے کی شرط پوری نہ ہو سکی"، اور اس پر الکامل فی التاریخ، جلد سوم، صفحہ 6 کا حوالہ پیش کرتا ہے۔ یہاں بھی اس کی روش وہی رہی کہ عبارت کو نہ تو کسی قابلِ اعتماد سند کے ساتھ نقل کیا، نہ روایت کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے پر کوئی تنقیدی کلام کیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ فیضی کا مقصد تحقیق نہیں بلکہ حقائق کو مسخ کرنا، اور امت کے اذہان میں شک و شبہ پیدا کرنا ہے۔

ہم بلا خوفِ تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح یہ روایت بے اصل ہے، فیضی بھی علمی دنیا میں اپنے شجرۂ فکری، تحقیقی معیار، اور دیانتِ علمی کے اعتبار سے بے اصل ہے۔

جنہوں نے تاریخِ اسلام کو اپنی گمراہ سوچ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی وہ گمراہ ہی ہوئے۔ جس طرح صلحِ حسن کو محض بے بنیاد شرائط اور سبّ علی کی ممانعت جیسی چیزوں پر محدود کر کے پیش کرتا ہے، وہ بذاتِ خود علمی میدان میں ان کی ناکامی کا اعلان ہے۔

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے جو صلح کی، وہ ایک وقتی مصلحت نہیں بلکہ دائمی خیر کا دروازہ تھی۔ وہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس کے نتیجے میں امت، مسلمانوں کے اندرونی انتشار کو ختم کیا گیا، اور خلافت راشدہ کے بعد پیدا ہونے والے فتنہ کو امن و سکون میں تبدیل کیا گیا۔ صلحِ حسن میں دنیا کی طلب نہ تھی بلکہ امت کی خیر خواہی، وحدتِ ملت، اور مسلم کا احترام کارفرما تھا۔

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابیِ رسول تھے جنہوں نے اس صلح کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔

دونوں عظیم ہستیوں کی یہ مصالحت اسلامی تاریخ میں ایک روشن باب کی حیثیت رکھتی ہے، جسے مسخ کرنے کی کوشش فیضی جیسے مفلس الفکر افراد ہی کر سکتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ فیضی کی تحریر ایک ایسا جھوٹا بیانیہ ہے جو نہ علمی ہے نہ اعتقادی، بلکہ محض فکری خرافات کا مجموعہ ہے۔ اہلِ علم، محققین اور طلبائے علم کو چاہیے کہ وہ اس جیسے خود ساختہ مؤرخین سے خبردار رہیں، اور ان کی لکھی ہوئی ہر سطر کو تحقیق کے کسوٹی پر پرکھیں۔

ہم بحیثیت اہلِ سنت، اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ فیضی جیسے متعصب، فتنہ پرور اور جھوٹ کے رسیا لوگوں کی نہ کوئی علمی وقعت ہے، نہ تاریخی اعتبار، نہ ان کے اقوال قابلِ التفات ہیں اور نہ ہی ان کی تحریریں قابلِ اعتماد۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچائی کے ساتھ جڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور صحابۂ کرام و اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقام و مرتبہ کو پہچاننے، سمجھنے اور بیان کرنے کا سلیقہ عطا کرے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ، وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔

فیضی کا فکری جنازہ اور تعصب کی تدفین

فیضی کی کتاب صلح الامام الحسن رضی اللہ عنہ کو اگر ایک جملے میں سمیٹا جائے تو وہ یہی ہے کہ

یہ تعصب کا انجیل، فریب کا صحیفہ، اور زہر آلود روایت پرستی کا مرقع ہے

اس کتاب کا جو بنیادی نکتہ، جسے مصنف نے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت دی، وہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والی صلح کے ضمن میں بیان کردہ چھ شرائط ہیں۔ یہ وہی چھ شرائط ہیں جنہیں بنیاد بنا کر فیضی نے نہ صرف تاریخ کو بگاڑا بلکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کو دنیاوی مفادات کی سودے بازی کے رنگ میں پیش کرنے کی ناپاک جسارت کی

الحمد للہ ہم نے اس پورے موقف کو دلائل و براہین کے کٹہرے میں کھڑا کیا اور ایسا علمی رد پیش کیا کہ نہ وہ شرائط باقی رہیں نہ فیضی کا فکری ڈھانچہ۔ اس کے موقف کو ہم نے دلائل کی قبر میں دفن کیا اور دفن بھی ایسے کیا کہ اب وہ ہرگز نہ نکلے گا ان شاء اللہ

گر برافروخت خشم حق زبید اد قلم

خاک شد ہر جا کہ نوشتند رقم

: فیضی کا بقیہ مواد

تعصب کا رزق، رافضیت کا مشروب

فیضی کی کتاب کا جو حصہ بنیادی شرائط سے ہٹ کر ہے، وہ محض صفحات کی بھرتی، افکار باطل کی آبیاری ہے

یہ حصہ تحقیق سے عاری، دیانت سے خالی اور صداقت سے نابلد ہے۔اس کا ہر باب فکری افلاس، تاریخی خیانت، اور مسلکی تنگ نظری کا غماز ہے۔ وہاں نہ دلیل ہے نہ توازن، نہ تہذیب تحقیق

یہی نہیں بلکہ واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ اس تمام تحقیقی جھاڑ پونچھ کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کو مسرور کیا جائے، اہل سنت کی صفوں میں رافضیت کی فکری کینسر داخل کی جائے، ایسے سینہ کوٹنے والے گروہ کو خوش کیا جائے جو صلح حسن رضی اللہ تعالی عنہ کو ہضم نہیں کر سکتے،

یاد رکھئے، یہ کتاب تحقیق کا نمونہ نہیں۔ اگر اس جیسے لوگ اہل سنت کی نمائندگی کریں تو حقائق کا جنازہ نکلنا یقینی ہے

دعوت بصیرت

اہل سنت کو چاہیے کہ وہ، فکری مغالطوں سے بھری ہوئی کتب سے ہوشیار رہیں۔ ہمیں ایسے لوگوں سے بھی بچنا ہے اور ان کی روش، طرز فکر اور مسلکی انتقام پر مبنی تحقیق سے بھی۔ جو باطل کی چالیں ہیں، جو ظاہراً علم کا لباس اوڑھے ہوئے ہیں، مگر باطناً گمراہی کا زہر ہیں اللہ ہمیں ان سے بچائے امیں۔

علم باید کہ بر دسوی یقین

نہ کہ بند دز تعصب آستین

صراحت واختتام

ہم نے فیضی کی کتاب صلح الامام الحسن رضی اللہ عنہ کا یہاں ایک مختصر مگر مدلل رد پیش کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ جہاں فیضی نے، بے سند روایات اور فکری خیانت کے ذریعے اہل سنت کو غلط ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی، وہاں اللہ کے فضل سے ہم نے حق و صداقت کا چراغ روشن کیا اور سچائی کو پوری علمی آن بان کے ساتھ بیان کر کے اہل علم کے سامنے رکھ دیا

جھوٹ کی تحریر پر تھا پردۂ تحقیق بند

فیضیِ نے رکھی نہ کچھ تہذیب بند

منیر نے فاش کی ہر چال اہل فتن کی

پیر سدرہ پر ہوئی بالیقیں تعزیب بند

دعا

اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر قائم رکھے، باطل سے محفوظ رکھے اور ایسے بے تحقیق فکری حملوں سے امت مسلمہ کو بچائے

ہر ورق زسچ کا ہو آئینہ دار

جھوٹ کے دفتر میں ہو طعنہ وار

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ